اس کے علاوہ ان فرقہ پرستوں کے خود ساختہ عقائد کی بھی تردید ہے، جو امام الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ کا رسول تو مانتے ہیں، لیکن انہیں آپ ﷺ کے ''انسان'' ہونے اور اللہ کا ''بندہ'' ہونے میں شدید تحفظات ہیں۔ وہ آپ ﷺ کو کبھی اللہ پاک کے ہم جنس کہتے ہیں، کبھی آپ ﷺ کے علاوہ بعض امتیوں کو بھی ذاتِ باری تعالیٰ کے مشابہ صفات سے متصف کرتے ہوئے مختارِ کل، عالم الغیب، حاجت روا، مشکل کشا جیسے القاب الٰہیہ دیتے ہیں۔

وأنّ عیسیٰ عبدُاللهِ ورسولُهُ وکلمتُهُ ألقاهَا إلیٰ مریمَ ورُوحٌ مِنهُ : اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے گندے عقائد کی تردید ہے۔ یہود بے بہبود اس نبی مقدس علیہ السلام اور اس کی پاکیزہ وعفت مآب والدہ محترمہ کے بارے انتہائی غلیظ بات کرتے ہیں۔ نصرانی لوگ ابتدائی صدیوں کے اندر ہی پولس کی سازش کے شکار ہو کر گمراہی کے دلدل میں پھنس گئے۔ وہ اس عظیم بندے کے بارے میں غلو کے مرتکب ہوئے۔ کوئی انہیں اللہ پاک کا بیٹا کہتا ہے، کوئی تین معبودوں میں سے تیسرا۔ دورِ نبوت کے نصرانی اللہ پاک، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کے مجموعے کو معبود مانتے تھے، موجودہ دور کے نصرانی حضرت مریم کی جگہ ''روح القدس'' یعنی حضرت جبریل علیہ السلام کو شامل کرتے ہیں۔

والجنّةُ حقٌّ والنّارُ حقٌّ: اللہ پاک کے دائمی نعمت کدہ جنت اور عذاب کی جگہ دوزخ کو برحق ماننا تمام آسمانی ادیان میں مشترکہ عقیدہ ہے۔ لیکن کفار ومشرکین کے تھنک ٹینک نے جنگوں میں مجاہدین اسلام کی ناقابل یقین فتوحات کا راز معلوم کر کے اہل ایمان کو عقائد واعمال میں کمزور کرنے کے لیے جو فرقے ایجاد کیے، ان میں جنت کا شوق رکھنے اور دوزخ سے ڈرنے کو کمتر درجہ کا ایمان قرار دینے کی سازش کی گئی۔ ان فرقوں میں قرآن مجید وحدیث شریف کے بغیر احکام الٰہیہ کی معرفت، اور شریعت اسلامیہ کی پابندی کے بغیر تقربِ الٰہی کے حصول کا امکان بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس مبارک دعا میں ضمناً اس بدعتی عقیدے کی تردید بھی ہے۔

گواہی دے رہی ہے اس کی یکتائی پہ ذات اس کی
دوئی کے سب نقش جھوٹے ہیں، سچا ایک نام اس کا

سیدھے قد سے جو کھڑا ہوں تو وہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

مولانا محمد علی بن عبدالسلام بن علی نصیب شگریؒ

۱۹۰۰ء......۱۹۷۰ء

عبدالرحیم روزی

مولانا محمد علیؒ بن عبدالسلام ضلع شگر کے علاقہ گونگما غنڈو حالیہ'' گلاب پور'' کے محلہ خورید میں لہاری قبیلہ میں تقریباً 1900ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور شگر خاص کے ایک اہلحدیث عالم مارفو ملاّ کے پاس دو تین سال تک حاصل کی۔ پھر والد نے آپ کو بلغار مولانا عبدالصمد بن سودے کے پاس بغرض تعلیم بھیجا۔ وہاں صحیح بخاری تک تعلیم حاصل کی۔ یہیں سے آپ تحقیق کی روشنی میں عامل بالحدیث ہو چکے تھے۔ آپ کے والد نوربخشی المشرب عالم تھے اور سب لوگ ان کے تابع تھے۔

یہ وہ دور تھا کہ سید ابوالحسنؒ بن محمد شاہ کریسی بلتستان بھر میں عمل بالحدیث کی دعوت دے رہے تھے۔ شگر میں بھی کچھ لوگ مان گئے۔ سید مرحوم نے اپنی تین صاحبزادیوں کی شادی شگر میں کرادی۔ جن میں سے ایک داماد بوا عبداللہ المعروف بوا اکبرؒ والد سید فضل الرحمٰن ہیں۔

مولانا محمد علیؒ کو کبھی صرف علی بھی پڑھا اور لکھا جاتا ہے۔ شگر میں بوا علیؒ کے نام سے معروف ہے۔ آپ نے تقریباً 1930ء میں مزید علمی رسوخ حاصل کرنے کے لیے دہلی کا سفر کیا۔ اور مدرسہ میاں نذیر حسین دہلویؒ پھاٹک حبش خان سے سند فراغت حاصل کر کے یعنی کندن بن کر غالباً 1937ء میں واپس لوٹے۔ گلاب پور اور روزی پور کے علاقے میں سید اکبرؒ کے بعد دوسرا اہلحدیث عالم ہونے کا شرف حاصل کیا۔

اساتذہ: آپ کے زمانہ طلب علم میں مدرسہ دہلی میں مولانا ابوسعید شرف الدین گجراتیؒ، مولانا عبدالرحمٰن خانؒ، مولوی محمد یونس دہلویؒ اور مولوی عبیداللہ مدرسین تھے۔ یہی لوگ آپ کے اساتذہ ہیں۔

مدرسہ تعلیم القرآن کا مؤسس: مولانا ہندوستان کی اہلحدیث انجمن کی طرف سے مبلغ دس (10) روپے مشاہرہ مقرر کر کے بھیجے گئے تھے۔ آپ نے 40-1938ء میں گلاب پور میں مدرسہ تعلیم القرآن قائم کیا اور اس میں پڑھانے لگے۔ یہ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی شاخ تھا۔ یہ مدرسہ مولانا کے مکان کے قریب ہی واقع ہے، جو دو کمروں

پر مشتمل تھا۔ مدرسہ ہذا میں آپ سے اہلحدیث ونوربخشیہ مسالک کے لوگ خوشہ چینی کرنے آتے تھے۔ اور اکثریت نوربخشیہ صوفیہ کی تھی۔ آپ کے نام انڈیا سے جرائد ومجلات پہنچتے تھے۔ مدرسہ میں لوگ فقہ بھی لے کر آتے تھے۔ آپ کے پاس چھوتروں سے بھی طلباء تعلیم کے لیے آتے تھے۔ اِس وقت یہ مدرسہ ''معهد بلتستان الاسلامی خورید'' کے نام سے جامعة بلتستان الاسلامیة شگر کی برانچ ہے۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ جنہوں نے خورید ومنبع العلوم وغیرہ میں آپ سے فیض حاصل کی، جن میں سے کچھ یہ ہیں: مولانا محمود، مولانا حسن شاہ، سید مولانا فضل الرحمٰن، شیخ الحدیث مولانا عبد السلام عبد الرحیم، مولانا کاظم، آپ کے بیٹے اور راوی مولانا محمد حفظہ اللہ ودیگر علماء جنہوں نے منبع العلوم میں پڑھایا، آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ کو راجہ شگر محمد علی شاہ صبا کا والد شگر خاص لے گئے، جہاں آپ نے لوگوں کو تعلیم دی۔ وہاں تقریباً سال ڈیڑھ سال ٹھہرے۔ تھانیدار غلام حسین کے مطابق وہاں 40 لوگوں نے آپ کے پاس قرآن مجید ختم کیا۔ خود راجہ صاحب بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ اور یہ قیام پاکستان کے بعد کا واقعہ ہے۔

جماعتی خدمات: انجمن اسلامیہ بلتستان نے آپ کو قیام پاکستان کے بعد جامع مسجد کشو باغ سکردو میں خطیب وامام جمعہ وجماعت مقرر کیا۔ جہاں آپ ساڑھے آٹھ سال ٹھہرے۔ آپ یہاں طلباء کو پڑھاتے بھی تھے۔

سابق ڈائریکٹر زراعت مولانا عبدالکریم بلغاریؒ ''حیات مستعار کے خارزار راستے'' [ص ۷] 1959-62ء کے واقعات میں مولانا محمد علیؒ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''میں سکردو میں مروجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ صبح وشام درس قرآن کریم وحدیث نبوی کے لیے مولانا محمد علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، سو وہ اپنے دوسرے مشاغل کو چھوڑ کر اس عاجز کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ اور تعلیم کے احوال پوچھنے کے ساتھ بھوک مٹانے کا انتظام بھی کرتے تھے۔ اسی دوران پولیٹکل ایجنٹ سکردو کی طرف سے مولانا خلیل الرحمٰنؒ اور مولانا محمد کثیرؒ کے نام وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ اور مولانا محمد علی کو سکردو بدری کا حکم ملا۔ اس دوران مولانا محمد علیؒ کے حکم سے میں اذان دیتا اور نماز پڑھاتا رہا۔'' اھ

آپ کے بیٹے مولوی محمد حفظہ اللہ نے بتایا کہ مولانا محمد علی مرحوم مولانا محمد کثیرؒ اور جماعت کے مابین اختلاف کی وجہ سے جامع مسجد سے نکالے گئے اور شگر چلے آئے۔ واللہ اعلم

سانحہ کشو باغ سے کیسے بچے؟ مولانا محمد حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ''سکردو سیرت کانفرنس میں شمولیت کی دعوت مولانا نورعین اور والد مرحوم کے نام تھی۔ مولانا نورعین وہاں تشریف لے گئے اور خوب چوٹ کھائی۔ جبکہ والد مرحوم شگر خاص میں ایک دوست ''سکم پی مالی'' کے ہاں پہنچے۔ وہ والد کے گہرے دوست تھے۔ سکردو جانے کا مدعا سن کر اس نے کہا: میں کسی بھی صورت آپ کو جانے نہیں دوں گا۔ آپ نے بھی خوب اصرار کیا؛ مگر مہمان تو میزبان کے ہاتھ اسیر ہوتا ہے، وہ غالب آیا اور تین روز تک چھپائے رکھا۔ ہمیں کئی روز بعد سانحہ سکردو کا علم ہوا۔ لوگوں نے اس پناہ دینے والے دوست کے ساتھ ایک سال تک بائیکاٹ کیا۔

مولانا کی قناعت پسندی: آپ کے بزرگ بیٹے مولانا محمد نے بتایا: قیام پاکستان کے وقت میری عمر بارہ تیرہ سال تھی، مجھے کافی واقعات یاد ہیں۔ قیام پاکستان و آزادی بلتستان سے قبل سکردو بازار میں ایک سکھ دوکاندار پرتاپ سنگھ اور والد مرحوم میں واقفیت تھی، گھر کا سودا اسی سے لیتے تھے۔ جب بلتستان میں حالات خراب ہونے کے آثار نظر آئے، تو اس نے کہا: محمد علی صاحب! اب جنگ کا امکان ہے۔ میری دوکان سے جو بھی چیز مثلاً کپڑا، چینی، کھانے کی اشیاء کی ضرورت ہو، جتنا تم اٹھا سکتے ہو لے جاؤ۔ میں تجھے برضا و رغبت اجازت دیتا ہوں۔ والد مرحوم نے کہا: مجھے تیرا مال اٹھانے کا کوئی حق نہیں ہے، پیشکش کا شکریہ۔ آپ نے مفت میں کچھ بھی نہیں اٹھایا۔ اتنے عرصے میں گلگت وغیرہ جگہوں سے پاک فوج پہنچی اور رضاکاروں نے سکھوں کو قتل کر دیا۔ شگر کے سکھ کاروباری لوگ ہرگسہ میں قتل کیے گئے۔ یاد رہے یہ پرتاپ سنگھ اپنے مذہب کا اخوند تھا۔

دعوت وتبلیغ: گلاب پور اور روزیر پور میں مولانا محمد علیؒ اور آپ کے طبقہ سے قبل اہلحدیث کا نام ونشان نہ تھا۔ آپ اور مولانا سید عبداللہ عرف بوا اکبرؒ اور ساتھیوں کی دعوتی تگ وتاز کے نتیجے میں کافی اہلحدیث پھیل گئے۔ ان دو جگہوں کے بعد پینڈو وغیرہ جگہوں میں بھی عقیدۂ توحید وسنت جڑ پکڑنے لگا۔

مدرسہ منبع العلوم کی تاسیس میں حصہ: مولانا محمد اور فیض اللہ حفظہما اللہ فرماتے ہیں: ''1965ء میں مولانا محمد علیؒ، مولانا تقیؒ، سید عبداللہ اکبرؒ اور ان کے بیٹے سید فضل الرحمٰن وغیرہ نے اجلاس کیا اور وزیر پور چھوں (توحید آباد) میں منبع العلوم کے نام سے تعلیمی ادارہ کی اساس رکھی۔ شروع کے مدرسین یہی بزرگان تھے۔ بعد میں جب یہ بزرگ خوب معمر ہوئے تو سید فضل الرحمٰن، مولانا محمد خود، مولانا عبدالسلام بن عبدالرحیم اور مولانا کاظم مدرس